Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

Analytical study of literature, life and politics (Theoretical Debates)

ادب، زندگی اور سیاست (نظری مباحث) کا تجزیاتی مطالعہ

Dr. Aqsa Naseem Sindh
Dr. Nazia Sahar
Syed Azwar Abbas
Assistant Professor, Government Sadiq College Women University, Bahawalpur
Assistant Professor Department of Urdu Islamia College Peshawar
Lecturer Department of Urdu Hazara University Mansehra

Citation: Dr. Aqsa Naseem Sindh, Dr. Nazia Sahar, & Syed Azwar Abbas. (2024). Analytical study of literature, life and politics (Theoretical Debates) : ادب، زندگی اور سیاست (نظری مباحث) کا تجزیاتی مطالعہ. *Al-Qirtas*, 3(4). Retrieved from https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas/article/view/367

Abstract:

This research looks at the connections between politics, life, and literature, emphasizing their mutual influences. Literature is a vehicle for political expression and a mirror of life; it frequently exposes ideological tensions, cultural norms, and society systems. It examines how literary works that represent human experiences, tribulations, and goals can either challenge, uphold, or alter political views. Theoretical discussions center on how literature shapes itself by the sociopolitical context, how it serves as a vehicle for political criticism, and how writers use narrative frameworks to negotiate their political views. The study also examines the perspectives of several philosophical traditions, including feminism, post-colonialism, and Marxism, about the relationship between literature and politics. While post-colonial theorists concentrate on how literary works oppose imperialist ideas, Marxist critics contend that literature is intricately linked to class conflicts. Feminist academics study how patriarchal norms are either questioned or upheld in literature. The study provides a critical perspective through which to view how, within larger political and cultural contexts, literary writings function as potent tools of conformity and resistance.

Keywords: Literature, Life, Politics, Culture, Society, Feminism, Theoretical Debates.

"ادب، زندگی اور سیاست" کے نام سے 2012ء میں سنگ میل پبلی کیشنز کی جانب سے ڈاکٹر خاور نوازش کی کتاب شائع ہوئی ہے۔اس کتاب کے "پیش لفظ" میں ڈاکٹر خاور نوازش نے ادب، زندگی اور سیاست تینوں اصطلاحات کی ایک ساتھ وضاحت کی ہے۔ڈاکٹر خاور نوازش عہد حاضر کے نامور نقاد اور محقق ہیں۔اس سے بیشتر بھی ان کی کئی کُتب شائع ہو چکی ہیں ان کی تصانیف تحقیقی اور تنقیدی موضوعات پر مبنی ہیں مقبول عام تصانیف میں "بہاول پور کا ادب"، "اُردو ہندی: وحدت/ ثنویت" (یہ ان کے پی ایچ ڈی کا

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

مقالہ ہے)، "اُردو افسانے کا دوسرا جنم"، "مشاہیر ادب: خار از سیاست میں" اور " موقف کی تلاش" شامل ہیں۔ڈاکٹر خاور نوازش کی تصانیف ان کی محنت، ذہانت اور ترقی پسند نقطہ نظر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ان کی ابتدائی شہرت تنقیدی مضامین سے ہوئی مختلف مجلوں میں ان کے 50 سے زائد تنقیدی مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ تحقیق و تنقید، تنظیم و تدریس ان کے خاص میدان ہیں۔

ڈاکٹر عبدالعزیز ملک کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مذکورہ کتاب کے مرتب کا یہ خیال ہے کہ ''اپنے ماحول سے بے خبر ہو کر اور زندگی کے مقاصد سے ہٹ کر دنیا کا کوئی بھی ادب اپنی منزل تلاش کرنے سے قاصر ہو گا'' یہی وہ مرکزی نقطہ ہے جو اس کتاب کی ترتیب کا محرک بنا ہے۔" (1)

ادب، زندگی اور سیاست ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ادب معاشرتی مسائل اور سیاسی حقائق کی عکاسی کر کے زندگی کی حقیقتوں کو بیان کرتا ہے۔ سیاسی نظام اور معاشرتی ڈھانچے ادب کو متاثر کرتے ہیں، جبکہ ادب بھی سیاسی سوچ اور سماجی تبدیلیوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مثلاً، انقلابی ادب نے تاریخ میں اہم سیاسی تبدیلیاں لائے اور سیاستدانوں نے ادب کو عوام کی حمایت کے لیے استعمال کیا۔ادب انسان کی زندگی اور معاشرتی حالات کا آئینہ دار ہوتا ہے جبکہ سیاست ان حالات کو تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

بقول منصور سہیل:

"ادب، زندگی اور سیاست۔ یہ تینوں اصطلاحات بظاہر ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو کر بھی باہم یوں پیوست اور جڑی ہوئی ہیں کہ انھیں الگ کر کے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ان میں کلیدی لفظ زندگی ہے۔ جس کے اہم وظائف میں ادب اور سیاست دونوں شامل ہیں۔) " 2(

ڈاکٹر خاور نوازش کی کتاب "ادب، زندگی اور سیاست" میں بھی انہی نقطہ نظر پر بحث کی گئی ہے۔ان کے مطابق ایک ادیب صرف کوئی چیز نہیں تحریر کرتا بلکہ اس کی تحریریں اس کی زندگی، اس کے عہد اور اس دور میں ہونے والی معاشی و سیاسی صورتحال کی بھی عکاسی کرتا ہے کوئی بھی ادیب اپنے دور اور معاشرے سے الگ نہیں رہ سکتا ہے اس کی تحریریوں میں کہیں نہ کہیں اس دور کی آواز گونجتی ہے۔ڈاکٹر خاور نوازش نے اپنی اس کتاب میں ان مضامین کو پیش کیا ہے جس میں ادب کا تعلق زندگی اور سیاست سے ہے۔"ادب، زندگی اور سیاست" کو 5 ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب کو الگ عنوان دیا گیا ہے اور ہر باب میں دو سے تین فصلیں ہیں جن میں مختلف لوگوں کے مضامین شامل کئے گئے ہیں، مضامین کی تعداد 57 ہے۔اس کتاب کا انتساب " ڈاکٹر روبینہ ترین" کے نام ہے۔

ادب، زندگی اور سیاست کے حوالے سے احمد سلیم لکھتے ہیں کہ:

"ادب، زندگی اور سیاست۔ یہ تینوں اصطلاحات بظاہر ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو کر بھی باہم یوں پیوست اور جڑی ہوئی ہیں کہ انھیں الگ کر کے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ان میں کلیدی لفظ زندگی ہے۔ جس کے اہم وظائف میں ادب اور سیاست دونوں شامل ہیں۔" (3)

کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے ناقدین کے اس گروہ کو سائنسی جواب دینے کی کوشش کی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ادب محض تفریح کا نام ہے۔اس کی ساری توانائی اظہار میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے وقف ہے جس سے نرمی پیدا ہوتی ہے۔ جمالیات کے حامیوں نے فن کا مقصد صرف حُسن و جمال سے بیان کیا اور خوبصورتی کے اپنے ایسے معیار قائم کیے جس کی تلاش میں وہ نہ صرف بھٹکتے نظر آتے ہیں بلکہ دوسرے تخلیق کاروں کو بھی اس طرف راغب کرتے ہیں۔

اس کتاب کا پہلا باب "ادب: تعریف، تعبیر اور صورت حال" کے عنوان سے ہے۔ جس کو آگے تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل کا پہلا مضمون نورالحسن ہاشمی کا "ادب کیا ہے؟" اس مضمون میں نورالحسن ہاشمی نے مختلف پیشوں یعنی شاعر، نقاد، طبیب، ماہر نفسیات، سائنس دان، صوفی، مومن اور چینی دیوتا کے نقطہ نظر سے ادب کی وضاحت کی ہے۔ مثال کے طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک شاعر کی نظر میں ادب محض حُسن کا اظہار ہے۔ نورالحسن ہاشمی لکھتے ہیں کہ:

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

" سچا اور پکا شاعر زندگی سے ہٹ کر نہیں بلکہ زندگی سے بلند ہو کر باتیں کرتا ہے۔ شاعری وقتی یا عصری زندگی کا اظہار نہیں بلکہ خود حیات کا اظہار ہے۔" (4)

اسی طرح نقاد، طبیب، ماہر لسانیات اور دیگر فنکاروں کے ذریعے ادب کی وضاحت کی ہے۔ فصل اول کا دوسرا مضمون "ادب کی ماہیت اور حدود" ہے جو کہ ڈاکٹر انوار احمد کا لکھا ہے۔ اس مضمون میں ادب کی تعریف، کس زبان کا لفظ ہے اور اصل میں ادب ہے کیا جیسے سوالات پر اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ ڈاکٹر انوار احمد نے ادب کی ساخت اور بناوٹ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ یوں کہا جائے کہ ڈاکٹر انوار احمد نے قارئین کو ادب اصل میں ہے کیا اس بات کو سمجھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر انوار احمد کے مطابق "ادب کی تخلیق میں موضوعیت اور معروضیت، داخلیت و خارجیت اور انفرادیت و اجتماعیت کی جلوہ گری بیک وقت موجود ہوتی ہے۔" اس کے علاوہ اس مضمون میں مختلف مفکرین کے نظریات کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر "جون راک ویل" کے نظریہ ادب کے بارے میں بتاتے ہیں کہ:

" جون راک ویل بھی لکھتی ہیں ادب کسی نہ کسی معاشرے کی منعکس کرتا ہے۔۔۔ خاص طور پر اس آئینے میں بہت سے سنگین سماجی حقائق کا معتبر نقش ابھرتا ہے۔" (5)

فصل اول کا آخری مضمون "ادب ایک ضروری تشریح" کے عنوان سے ہے جو کہ "الیا اہرن برگ" کے مضمون کا ترجمہ ہے اس کا اُردو ترجمہ "فاخر حسین" نے کیا ہے۔ اس مضمون میں ان باتوں کی طرف روشنی ڈالی گئی ہے کہ ایک ادیب کو کیسا ہونا چاہیے اور ادیب کن کن مسائل سے گزرتا ہے پر بحث کی ہے۔ ان کے مطابق ادیب کو خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ اپنے تجربات کا عکاس ہونا چاہیے۔

فصل دوم کا پہلا مضمون "ادب کی غرض و غایت" ہے جو کہ پریم چند کا لکھا ہوا ہے۔ اس مضمون کی اہمیت یہ ہے کہ یہ مضمون پریم چند نے انجمن ترقی پسند مصنفین کے صدارتی خطبہ میں پڑھا تھا، اس مضمون میں زبان اور ادب پر بحث کی گئی ہے پریم چند کے مطابق زبان اظہار خیال کا پہلا وسیلہ ہے زبان دو طرح کی ہوتی ہے ایک بول چال کی زبان دوسری تحریری زبان، ان کے مطابق تحریر زبان کا تعلق ادب سے ہے لہٰذا یہی ہماری منزل ہے کیونکہ بول چال کی زبان محض خوشی اور رنج کے جذبات کا اظہار کرتی ہے جبکہ تحریری زبان ایک انقلاب برپا کرتی ہے اور دور بیٹھے ایک ادب اور معاشرے کو سمجھنے میں آسانی کا باعث بنتی ہے۔ اسی وجہ سے پریم چند ادب کے علمی معیار کو اونچا کرنے کے قائل ہیں۔

اس کے بعد فرمان فتح پوری کا مضمون " ادب کی نئی اور پرانی قدریں" کے عنوان سے مضمون کو شامل کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں فرمان فتح پوری نے ادب کے موضوع پر بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ادب کی قدریں نئی ہوں یا پرانی وہ اقدار حیات سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ ہر تخلیق کے دو محرک ہوتے ہیں اول داخلیت اور دوم خارجیت جسے ہم عام فہم الفاظ میں ماحول یا معاشرہ کہہ سکتے ہیں۔ ادب ہماری زندگی اور معاشرے سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا اگر ہم زندگی کی قدریں، زندگی میں ہونے والی تبدیلیوں اور محرکات کو سمجھ لیں تو ادب کی نئی اور پرانی قدروں کو سمجھنا مشکل نہیں ہوگا۔

اس کے بعد "ادب اور صحیح ادب" کے نام سے دیویندر اسر کا مضمون شامل کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں ادب اور صحیح ادب کے فرق پر بحث کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ موجودہ دور کا ادب جسے ہم مابعد جدیدیت اور نوتاریخیت کا نام دیتے ہیں اس نے ادبی اقدار کے پیمانے کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ انہوں نے ادب سے صحیح ادب کے بدلتے رُخ کو "پیراڈائم شفٹ" کا نام دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر تمام صحیح ادب کو کسی ایک نام سے جوڑا جائے تو وہ مزاحمتی ادب کہلائے گا۔ مزاحمتی ادب سیاسی جبر اور آمریت کے خلاف جدوجہد تک محدود نہیں ہوتا بلکہ زندگی اور فکر کے ہر شعبے سے منسلک ہوتا ہے۔

فصل دوم کا آخری مضمون "ادب اور پروپیگنڈا" ہے جو کہ ممتاز حسین نے لکھا ہے۔ اس مضمون میں ممتاز حسین نے ادب کو پروپیگنڈا کا نام دیا ہے۔ اس مضمون میں خیال کے عنصر پر زور دیا گیا ہے اور بحث سے یہ بات ثابت کی ہے کہ ہر فرد کی داخلی کیفیت کا تعین اس کے خارجی حالات ہی کرتے ہیں۔ چنانچہ انسان یا ادیب کے اپنے ماحول، سماج، معاشرے اور تاریخ سے کنارہ کشی ممکن نہیں۔ انہوں نے ادب کو پروپیگنڈا کا نام مواد کی ہیئت کی وجہ سے دیا ہے نہ کیا تبلیغ و ترسیل کی خدمت کی وجہ سے دیا ہے۔

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

فصل سوم کا پہلا مضمون بعنوان "اُردو ادب کی موجودہ صورت حال" از شمیم حنفی شامل کیا گیا ہے۔اس مضمون کے نام سے واضح ہے کہ شمیم حنفی نے ادب کے ماضی کے ساتھ ساتھ حال میں ادب کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ہر دور میں ادب یکساں نہیں رہتا ادب کے بارے میں غور کرنا آسان نہیں ہوتا کیونکہ ادب حالات کے بدلتے تناظر کے ساتھ ہمارے اندر دل گرفتگی، بیزاری، خوف اور تشویش کے احساسات ایک ساتھ پیدا کرتا ہے۔ان کا مزید کہنا ہے کہ ماحول بدلتے وقت کے ساتھ ہر دور کے لیے آسیب بنتا جارہا ہے جس کی وجہ انفارمیشن ٹیکنالوجی ہے۔جدید ٹیکنالوجی نے ادب اور اس کی اہمیت کو ختم کر دیا ہے۔وہ لکھتی ہیں کہ :

"ادب کی جگہ خواہ کونے میں ہو، اندھیرے اور گرد و غبار میں ہو، وہ ایسی جگہ ہے جہاں انسان اپنی وحدت کو دیکھتا ہے، محسوس کرتا اور پہچانتا رہے گا اور اس پر سوالیہ نشان ثبت کرتا رہے گا ادب اپنی جگہ محفوظ رہے گا کیونکہ اپنی وحدت یا کلیت کی طلب انسان میں کبھی ختم نہیں ہوگی۔۔۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ انسانی معاشرہ اپنے آپ کو جن واسطوں سے پہچان پاتا ہے ان میں ادب بھی ایک واسطہ ہے۔پہچان کی اس ضرورت کے ختم ہونے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔" (6)

اس کے بعد ظفر اقبال کے مضمون "دیمک لگے معاشرے میں دیمک زدہ شعر و ادب" کو شامل کیا گیا ہے۔یہ مضمون حلقہ ارباب ذوق کے بائیسویں سالانہ اجلاس میں پڑھا گیا تھا۔اس مضمون میں ان پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے جو شعر اور ادب کو زنگ آلود کر رہے ہیں۔جیسا کہ ہم جانتے ہیں ہر ادیب و شاعر معاشرے کا ہی فرد ہوتا ہے وہ جو کچھ محسوس کرتا ہے وہی لکھتا ہے۔اس مضمون میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ آج عوام الناس جو کچھ بھی بھگت رہی ہے اس کی وجہ صرف قانون سازی ہے۔قانون سازی سے مراد امیر و غریب کا طبقہ۔اور ایک حساس ادیب بھی اس جبر و استحصال کی قید و بند سے باہر نہیں نکل سکتا۔

اس فصل کا آخری مضمون وجاہت مسعود کا " پاکستان میں ادب اور ادیب: پیش منظر اور امکان" ہے۔اس مضمون میں آزادی کے بعد ہونے والی تبدیلیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔محمد حسن عسکری نے پاکستان کے قیام کے پانچ سال بعد ادب کی وفات کا اعلان کیا، وجاہت مسعود نے رد عمل ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ان کی رائے میں ہمارے ادب کی حالت کتنی ہی خراب کیوں نہ ہو، ہمارے ادب کا امکان زندہ ہے کیونکہ ادب کا کام بنیادی انسانی تجربے کا اظہار ہے اور اسی وجہ سے ادب کا جوہر ہمیشہ برقرار رہتا ہے۔کتاب میں شامل مضامین کے بارے میں ظفر اقبال لکھتے ہیں:

"نوجوان مرتب محمد خاور نواز ش نے ان تینوں کی اصطلاحات کو زیر نظر کتاب میں اس طرح مربوط کر دیا ہے کہ ادب اور زندگی، ادب اور نظریہ، ادب اور سیاست، ادیب کی ذمہ داریاں اور ان کے ساتھ جُڑے ہوئے نظری مباحث پرانے ہو کر بھی آج کی حقیقت لگتے ہیں۔" (7)

باب دوم "ادب، زندگی اور سماج" کے نام سے ہے جو دو فصلوں پر مشتمل ہے۔پہلی فصل میں 6 مضامین جبکہ دوسری فصل میں صرف 3 مضامین شامل ہیں۔پہلی فصل میں اختر حسین رائے پوری کا مضمون "ادب اور زندگی"، مجنوں گورکھ پوری کا "ادب اور زندگی"، سجاد باقر رضوی کا "ادب اور زندگی کا رشتہ"، اے بی اشرف کا "ادب اور زندگی کا باہمی رشتہ"، محمد صفدر کا "ادب اور زندگی"، عبدالسلام کا "ادب اور زندگی" ان تمام مضامین سے یہ بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ ہم اس فصل میں ادب کا زندگی سے کیا تعلق ہے؟ادب اور زندگی کا باہمی رشتہ کیا ہے اور زندگی میں ادب کی اہمیت کیا ہے جیسے موضوعات سے واقف ہوں گے لیکن چونکہ ہر ادیب کی شخصیت، احساسات اور سوچ مختلف ہے لہٰذا ہر ادیب نے ادب اور زندگی کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔مختصراً اس فصل جن کے موضوعات یکساں ہیں یعنی ادب اور زندگی کے باہمی رشتے پر نظر ڈالتے ہیں کہ ہر ادیب نے اس کے کیا معنی لیے ہیں اور ان کے ادب اور زندگی سے متعلق نظریات کیا ہیں۔

اختر حسین رائے پوری نے زندگی اور ادب کا رشتہ جوڑنے کی بھرپور کوشش کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر انسان کے دل میں درد موجود ہے تو ادیب کے جذبات اور احساسات کا نظریہ سمجھ سکتا ہے اور وہ ادیب کی سوچ اور نظریے سے ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔اختر حسین رائے پوری کے مضمون " ادب اور زندگی" کو اُردو ادب میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

کیونکہ اس مضمون نے اُردو ادب کی دنیا میں ایک نئی تحریک کا نکتہ آغاز کیا،اس مضمون میں اختر حسین نے کچھ اہم سوالات اُٹھائے،یعنی وہ لکھتے ہیں۔آرٹ انسان کے لئے ہے یا انسان آرٹ کے لئے ؟ادب کیا ہے ؟ادب برائے ادب یاادب برائے زندگی ؟ادب کے مقاصد کیا ہیں ؟ان تمام سوالات نے اُس وقت ترقی پسند تحریک کو جنم دیا۔

فصل اول کا دوسرا مضمون مجنوں گورکھ پوری کا "ادب اور زندگی" شامل کیا گیا ہے۔اس مضمون میں مجنوں گورکھ پوری لکھتے ہیں کہ ادب کوئی راہب نہیں نہ ہی ترک یاپتسیا کی پیداوار ہے کیونکہ ادب ایک مخصوص ہئیت اجتماعی اور ایک خاص نظام تمدن کا پروردہ ہوتا ہے۔اس مضمون میں مختلف مغربی مفکرین کے ادب سے متعلق نظریات بھی لکھے ہیں۔ مجنوں گورکھ پوری اپنے اس مضمون میں لکھتے ہیں کہ ادب کا تعلق ہمیشہ کسی جماعت سے ہوتا ہے اسی وجہ سے ایک ادیب کا جانبدار ہونا ضروری ہے لیکن وہ ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ صرف جماعت جماعت چلانا بھی ادب نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آج ہر اخبار ادبی کارنامہ اور ہر مبلغ ادیب ہوتا۔ان کے مطابق "ادب اور زندگی" میں سب سے پہلے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے،مضمون کے آخر میں وہ اپنی کا اختتام کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں کہ اصل میں ادب وہ ہے جو حال کا آئینہ اور مستقبل کا اشاریہ ہو۔

فصل اول کا تیسرا مضمون "ادب اور زندگی کا رشتہ" کے نام سے سجاد باقر رضوی کا لکھا مضمون شامل کیا گیا ہے۔اس مضمون میں ادب اور زندگی کے رشتے کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔اس مضمون میں سجاد باقر رضوی لکھتے ہیں کہ ایسے موضوعات یا تصورات جن کو ابتداء میں پسند نہیں کیا جاتا یا وہ اہمیت کے حامل نہیں ہوتے تو اس ہر گز یہ مطلب نہیں کہ ان موضوعات یا تصورات کو فروغ نہیں دیا جاسکتا ادیبوں کو چاہیے کہ ان پرانے موضوعات اور تصورات میں نئے زاویوں کے تحت کام کریں اور انہیں مرتب کیا جائے تا کہ ایک نیا ادب تخلیق کیا جاسکے۔اس مضمون میں سجاد باقر رضوی کا بنیادی نقطہ یہی ہے کہ ادب اور زندگی کو دو مختلف سمتوں میں دیکھنا چاہیے کیونکہ جو لوگ ادب کو زندگی کی دیکھتے ہیں وہ ادب برائے زندگی کے قائل ہو جاتے ہیں اسی طرح جو لوگ اس کے برخلاف ہوتے ہیں وہ ادب برائے ادب کے قائل ہو جاتے ہیں۔اسی وجہ سے سجاد باقر ان دونوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں۔

فصل اول کا چوتھا مضمون ڈاکٹر اے بی اشرف کا "ادب اور زندگی کا باہمی رشتہ" ہے۔اس مضمون کے آغاز میں ادب اور زندگی کے مسائل کا ذکر ملتا ہے ہم جانتے ہیں کہ ادب اور زندگی کے باہمی تعلق سے بے شمار مسائل کھڑے ہوتے ہیں مگر اس کے باوجود ڈاکٹر اے بی اشرف کے مطابق ادب اور زندگی آپس میں اس قدر مربوط و مشروط ہیں کہ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ممکن نہیں ہے کیونکہ ان کے مطابق ادب ہمارے زندگی کا ہی نہیں بلکہ ہمارے رہن سہن کا بھی ترجمان ہے اور ایک لازمی جُز بھی ہے۔ادب واحد ذریعہ ہے جو ہمارے احساسات و جذبات کی بھرپور عکاسی کرتا ہے اور ایک عظیم تب ہی تخلیق ہوتا ہے جب اس ادب میں زندگی کی صداقتوں کے ساتھ ساتھ ادیب کی قلبی واردات کی ترجمانی بھی موجود ہو۔

فصل اول کا پانچواں مضمون محمد صفدر میر کا "ادب اور زندگی" ہے۔جو انہوں نے حلقہ ارباب ذوق کے سالانہ اجلاس 30 جون 1991ء میں پڑھا تھا۔اس مضمون کے شروع میں 1930ء میں ابھرنے والے نئے ادب اور ترقی پسند ادب کو موضوع بنایا گیا ہے۔صفدر میر کا کہنا ہے کہ جدید ادب،ترقی پسند ادب، جنسی ادب اور آزاد علامتی شاعری ایسی ایجادات ہیں جو ایک ساتھ ہماری زندگی میں داخل ہوتی ہیں۔چنانچہ ان سب کو ایک دوسرے سے الگ سمجھنا یا الگ کرنا ناممکن ہے۔

فصل سوم کا آخری مضمون عبدالسلام کا "ادب اور زندگی" ہے۔اس مضمون میں وہ لکھتے ہیں کہ اگر ادب اور زندگی کے باہمی رشتے کو سمجھنا ہے تو کچھ موضوعات پر لازمی نظر ڈالنی چاہیے۔یہ تمام موضوعات تعداد میں زیادہ ہونے کے ساتھ ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔وہ مزید لکھتے ہیں کہ ان موضوعات کے انتخاب کا معاملہ ادیب کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ وقت،ماحول اور گردونواح کو کس طرح دیکھتا ہے۔ہمیں تو صرف ادب کی تکمیلی صورت سے واسطہ رکھنا چاہیے۔

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

اس کے بعد فصل دوم کا آغاز ہوتا ہے۔ جس کا پہلا مضمون محمد حسن کا "ادب، زندگی اور سماج" ہے۔ مضمون کے ابتداء میں پہلا سوال جو محمد حسن کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم زندگی سے کیا مراد لیتے ہیں؟ جس کا جواب وہ یوں دیتے ہیں کہ زندگی سے عام طور پر سماجی زندگی مراد ہے۔ سماجی زندگی مختلف انفرادی زندگیوں سے مرکب ہے مگر یہ صرف انفرادی زندگیوں کو مجموعہ نہیں ہے بلکہ سماجی زندگی کا ایک مظہر ہے۔

فصل دوم کا دوسرا مضمون ایم ڈی تاثیر کا "ادب اور سماجی زندگی" ہے۔ جس میں انہوں نے مغربی قلم کاروں کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ہر دور میں سماج اور انسانی زندگی مختلف ہوتی ہے کیونکہ انسان ہر دور میں ترقی کرتا ہے یا پھر زوال کا شکار ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر دور میں چند پہلو اور موضوع اساسی حیثیت رکھتے ہیں۔ جب کوئی ادیب ان اساسی حقائق کو بیان کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس ادیب کی تصنیف لازوال بن جاتی ہے۔

فصل دوم کا آخری مضمون رضی عابدی کا "ادب اور سماجی وابستگی" ہے۔ رضی عابدی کا نظریہ ہے کہ ادب سماج میں جنم لیتا ہے کیونکہ ادیب بھی سماج کا ہی ایک فرد ہے۔ جس کی مثال وہ مولانا روم کی مثنوی اور قدیم داستانوں سے دیتے ہیں کہ یہ سب نثری اور شعری ادب ہمارے قدیم سماج سے ہے اور انہی تصانیف کی وجہ سے ہم اپنے قدیم سماج، ثقافت اور رہن سہن سے واقف ہوتے ہیں لہٰذا ادب سماج ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔

اس کتاب کے باب سوم "ادب، نظریہ اور کمٹ منٹ" کو بھی دو فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی فصل 9 مضامین جبکہ دوسری فصل صرف 2 مضامین پر مشتمل ہے۔

باب سوم کی فصل اول کا پہلا مضمون اُردو ادب کی معروف شخصیت آل احمد سرور کا "ادب اور نظریہ" ہے۔ اس کے بعد "ادب میں نظریے کا صرف" از مجتبیٰ حسین، "ادب کی نظریاتی قدریں" از اصغر علی انجینئر، "ادب میں نقطہ نظر کا مسئلہ" از عابد حسن منٹو، "ادیب اور آئیڈیالوجی" از محمد صفدر میر، "ادب میں وابستگی" از یوسف حسن، "ادیب اور نظریہ" از روش ندیم، "ادب اور نظریاتی وابستگی" از حمیرا اشفاق، "نظریہ اور ادبی نظریہ سازی" از قاسم یعقوب کے مضامین شامل ہیں۔ باب سوم کی دوسری فصل میں اُردو ادب کی دو نامور شخصیات احمد ندیم قاسمی اور ڈاکٹر سلیم اختر کے مضامین شامل کئے گئے ہیں۔

آل احمد سرور کے مضمون "ادب اور نظریہ" میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ فلسفہ سے سائنسی صداقت اور وجدانی تاثرات جنم لیتے ہیں۔ نظریہ جس کو انگریزی میں "آئیڈیالوجی" کہا جاتا ہے۔ اس میں عقیدہ اور فلسفہ بیک وقت آتے ہیں کیونکہ فلسفے کا تعلق عقل سے ہوتا ہے لیکن ادب میں بعض اوقات عقل قابل برداشت نہیں ہوتی اسی وجہ سے آل احمد سرور ادب کے مکمل طور پر فلسفہ ہونے کے قائل نہیں۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ ادب میں جو خامی پائی جاتی ہے وہ فلسفہ میں خوبی ہوتی ہے مزید یہ کہ فلسفہ میں جذبات کی اہمیت نہیں ہے مگر ادب میں جذبات کی بہت اہمیت ہے۔ چنانچہ ادب نظریاتی ہو سکتا ہے فلسفہ نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مضمون "ادب میں نظریے کا صرف" جو کہ مجتبیٰ حسین نے لکھا ہے اس مضمون میں انہوں نے کچھ سوالات اُٹھائے ہیں۔ وہ سوال یہ ہیں، زندگی کی معاشرتی نوعیت کیا ہے؟ اس معاشرے میں افراد کی اہمیت کیا ہے؟ معاشرے کی اساس کس طبقاتی نزاع اور تضاد پر ہے؟ ادیب پر کس نرخ کی ذمہ داریاں ہیں؟ اسی طرح کے بہت سے سوال کئے گئے ہیں۔ جس کی وضاحت وہ مضمون میں مختلف طریقوں سے کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ادب اور نظریے کی بحث کا تعلق فلسفیانہ تاویلوں اور تعبیروں سے بھی ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ نظریوں کی مخالفت میں اولین حوالہ سائنس کا ہے کیونکہ سائنس کا اپنا کوئی نقطہ نظر نہیں ہوتا ہے سائنس کو نیک و بد، خیر و شر سے کوئی سروکار نہیں۔ سائنس کے مطابق انسان کا تجربہ گاہ صرف زندگی کی پوشیدہ قوتوں کو دریافت کرنا ہے۔

تیسرا مضمون اصغر علی انجینئر کا "ادب کی نظریاتی قدریں" شامل کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں اصغر علی عالمی ادب اور عظیم ادب دونوں کو فکری جہت سے جوڑتے ہیں۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ اگر ادب کا تعلق کسی ٹھوس حالات سے نہ ہو تو وہ ادب کسی کام کا نہیں کیونکہ وہ ادب مجرد ادب بن جاتا ہے اس کے علاوہ اگر ادب ماورائیت سے بے تعلق ہو جائے تو ارتقائی ممکنات کی نشاندہی نہیں کر پائے گا۔ چنانچہ ان کے مطابق نظریے سے وابستگی کرنے سے پہلے اس کا بھرپور انتقادی جائزہ لیا جانا چاہیے۔

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

چوتھا مضمون "ادب میں نقطہ نظر کا مسئلہ" کے نام سے عابد حسن منٹو کا مضمون شامل کیا گیا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ ہر انسان کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اور نقطہ نظر ہوتا ہے کیونکہ ہماری روزمرہ زندگی کا عمل، سوچ اور طریقہ کار ہمارے جذبات کی دنیا میں کسی نہ کسی فلسفے سے تعلق رکھتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو سماجی زندگی کا قیام ناممکن ہوتا کیونکہ سماجی زندگی مشترکہ مفاد اور مشترکہ نظریات سے مضبوط ہوتی ہے۔ عابد حسن سامراجی نظام کے پس منظر پر بھی گفتگو کرتے ہیں۔ سامراجی نظام کی وجہ سے ایک نئے ادب نے جنم لیا تھا۔ وہ ادب جو تقسیم ہندو پاک کے بعد آیا۔ تقسیم کے بعد جو ادب تخلیق ہوا اس میں جاگیر دار اور سامراج دشمنی کے رجحانات کثرت سے ملتے ہیں۔

پانچواں مضمون "ادیب اور آئیڈیالوجی" کے نام سے محمد صفدر میر کا شامل کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں ترقی پسند تحریک کے بعد ادب کی منتشر ہونے والی صورت حال کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ وہ اس مضمون میں ایک خاص موضوع پر بات کی ہے وہ یہ کہ معاشرے میں ترقی پسند تحریک سے وابستہ ادیب اور شاعر کو پسند نہیں کیا جاتا تھا لیکن آزادی کے بعد اسی تحریک سے کم از کم قومی و ملی سطح کی شاعری کسی حد تک باوقار سمجھی جانے لگی۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ تعلیم یافتہ طبقہ کو روایتی آئیڈیالوجی اور جدید سائنسی آئیڈیالوجی میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا چاہیے۔

اس کے بعد یوسف حسن کا مضمون "ادب میں وابستگی" شامل کیا گیا ہے۔ ان کے مطابق لوگوں کے کئی سماجی رویے ہماری زندگی میں شامل ہوتے ہیں کیونکہ ادب میں کومٹ منٹ سے انکار نہیں کیا جاتا کوئی بھی نظریہ اس کو قبول کرنا چاہیے کیونکہ اس سے فکر و عمل پر شعور اور اصرار بذات خود ایک نظریہ حیات بن سکتی ہے۔ یوسف حسن ادیب اور شاعر کے لیے کومٹ منٹ اور انوالومنٹ دونوں کو ضروری سمجھاتے ہیں۔ ان کے مطابق کسی بھی چیز پر دل سے یقین اور اس کے مطابق عمل کرنا انوالومنٹ کہلاتا ہے۔ ان دونوں یعنی کومٹ منٹ اور انوالومنٹ کا اثبات ہی ہمارے صدق ایمان کا ثبوت ہوتا ہے۔

اس فصل میں روش ندیم، حمیرا اشفاق اور قاسم یعقوب کے مضامین بھی شامل ہیں۔ ان تمام مضامین میں ادب کے زندگی، معاشرے اور نظریے سے تعلق پر بحثیں کی گئی ہیں۔ اسی باب کی فصل دوم میں احمد ندیم قاسمی اور ڈاکٹر سلیم اختر کے مضامین شامل ہے جنہوں نے ادب میں کومٹ منٹ کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ آمرانہ دور میں آمر خود کو غیر محفوظ اور بے بنیاد تصور کرتا ہے۔ وہ احتساب سے زباں بندی اور مراعات سے خوشامدی پیدا کرتا ہے۔ ان حالات میں نظریاتی ادیبوں کے لیے کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے، حالات کا چیلنج ہی ادیب کی تخلیقی صلاحیتوں کے لیے محرک ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر خاور نوازش نے چوتھے باب کو "ادب، سیاست اور جمہوریت" کا نام دیا ہے۔ اس باب میں شامل تمام مضامین ادب اور سیاست کے رشتے کو موضوع بناتے ہیں۔ اس حوالے سے اعجاز حسین، علی سردار جعفری، وارث علوی اور محمد صدیقی کے مضامین اہمیت کے حامل ہیں۔ اس فصل کے آخر میں انگریزی زبان کے ممتاز ڈراما نگار اور شاعر ہیرلڈ پنٹر کا خطبہ "فن، سچ اور سیاست" کے عنوان سے شامل ہے۔ یہ وہی خطبہ ہے جو انھوں نے ۲۰۰۵ء میں ادب کو نوبل انعام وصول کرتے ہوئے دیا تھا۔ اسے خطبہ کو اجمل کمال نے اُردو کے روپ میں ڈھالا ہے۔ فصل دوم میں راجندر سنگھ بیدی کا ۱۹۴۸ء میں احمد آباد میں انعقاد پذیر ہوئی انجمن ترقی پسند مصنفین صدارتی خطبہ ادب اور سیاست" کے عنوان سے اس میں شامل ہے۔ ممتاز شریں، انوار احمد، مسعود اشعر اور شبنم منا روی کی تحریروں نے بھی ادب اور سیاست کے تعلق کو سمجھنے میں قاری کی مدد کی ہے۔ فصل سوم میں جمیل جالبی، انور سجاد اور اشفاق سلیم مرزا کی تحریریں خاصے کی چیز ہیں۔ اشفاق سلیم مرزا نے ریاستی استبداد میں علامتی ادب کی تخلیق پر مضمون لکھا ہے۔

باب پنجم جو کہ آخری باب ہے۔ ڈاکٹر خاور نوازش نے اس کا عنوان "دانشور/ ادیب کا کردار، ذمہ داری اور وفاداری" رکھا ہے۔ فصل اول میں تراجم شامل ہیں جن میں اقبال احمد، ایڈورڈ سعید اور ناؤم چومسکی کی تحریروں کو حسن عابدی، صدیق الرحمن قدوائی، اسلم پرویز اور احسن محمود مخدوم نے ترجمہ کیا ہے۔ فصل دوم میں مجتبیٰ حسین، فتح محمد ملک، حسن طاہر اور انیس ناگی کے مضامین ادیب کی ذمہ داریوں پر بحث کی گئی ہے۔ اس فصل میں ژاں پال سارتر کے مضمون کا انتظار حسین نے ادیب کی ذمہ داری" کے عنوان سے ترجمہ کیا ہے جس میں سارتر منفی قوتوں کے خلاف ادیبوں کو صف آرا ہونے کا مشورہ دیتا ہے تاکہ آنے والی نسلیں یہ نہ کہیں کہ گزشتہ نسلوں نے جھوٹ کے خلاف کوئی آواز بلند نہیں کی۔

Al-Qirtas القرطاس
http: https://al-qirtas.com/index.php/Al-Qirtas
E(ISSN): 2709-6076
P(ISSN): 2709-6068

اس باب کی فصل سوم میں احتشام حسین، محمد حسن عسکری اور سلیم احمد کی تحریروں کو کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔ یہ تحریریں ادب سیاست اور حب الوطنی کے نکات کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس میں شامل تمام مضامین ادب، سیاست اور سماج کے متنوع رشتوں کی مختلف جہات کھولتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ادیب جو جمالیات ہیئت اور اسلوبی سطح کو موضوع اور مواد کی نسبت زیادہ اہم سمجھتے ہیں اور سیاست اور سماجی مسائل سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ ان مضامین کا مطالعہ کریں۔ ڈاکٹر خاور نوازش نے مذکورہ کتاب کو مرتب کر کے رجعت پسندوں کے خیالات کو رد کرنے کی کوشش کی ہے اور روشن خیال طبقے کے موقف کو بڑھاوا دیا ہے۔

حوالہ جات

https://www.humsub.com.pk/503852/dr-abdul-aziz-malik-10/

1. ادب، زندگی اور سیاست کے حوالے سے فلیپ بیک پر احمد سلیم لکھتے ہیں

https://dailyurducolumns.com/blog/mansoor-sahil/adab-adeeb-aur-siasat.aspx

2. خاور نوازش، ڈاکٹر، "ادب، زندگی اور سیاست"، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2012ء)، ص39
3. ایضاً، ص50
4. ایضاً، ص119

https://dunya.com.pk/index.php/author/zafar-iqbal/2013-09-11/4280/17949706